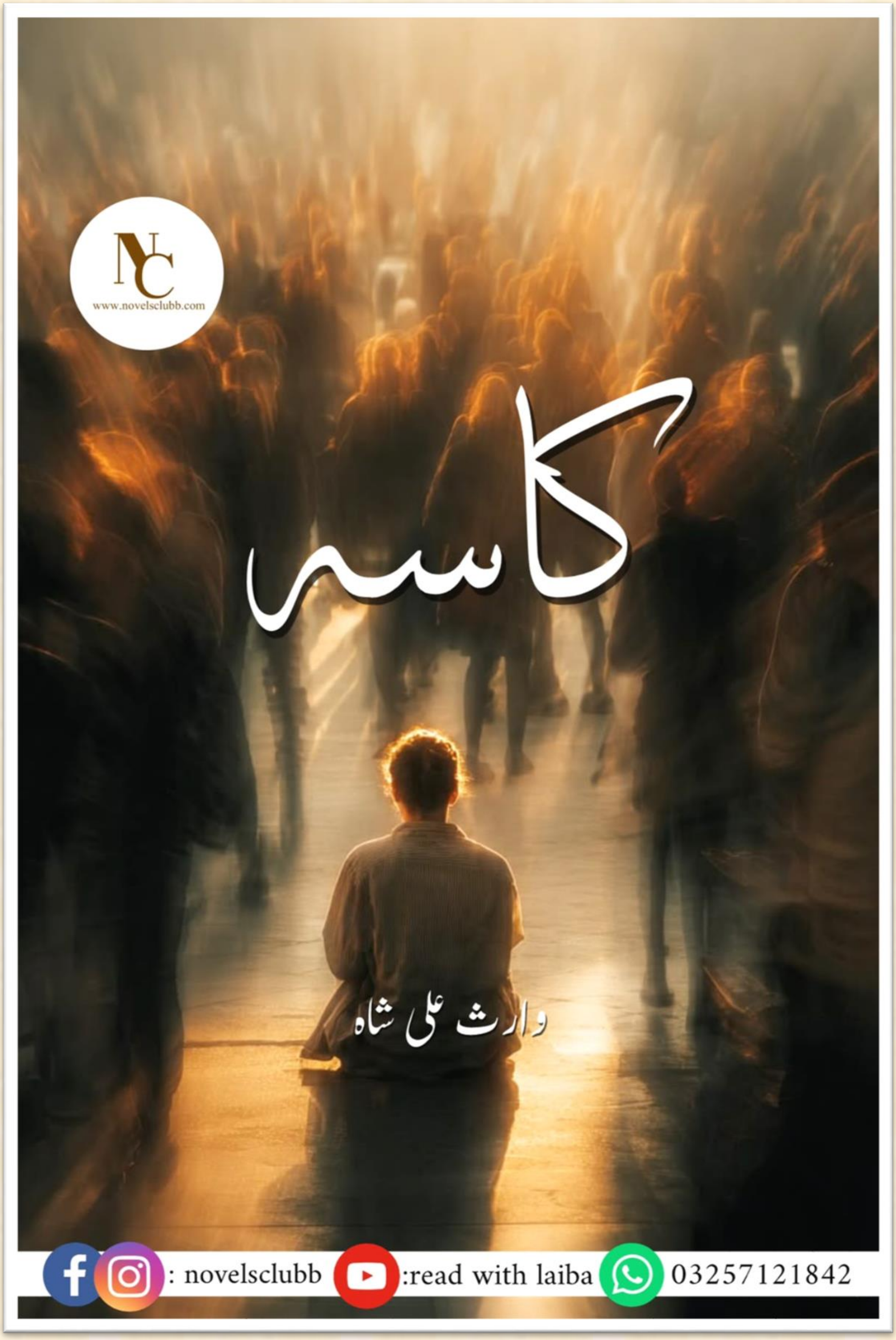
www.novelsclubb.com
کاسہ
وارث علی شاہ
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

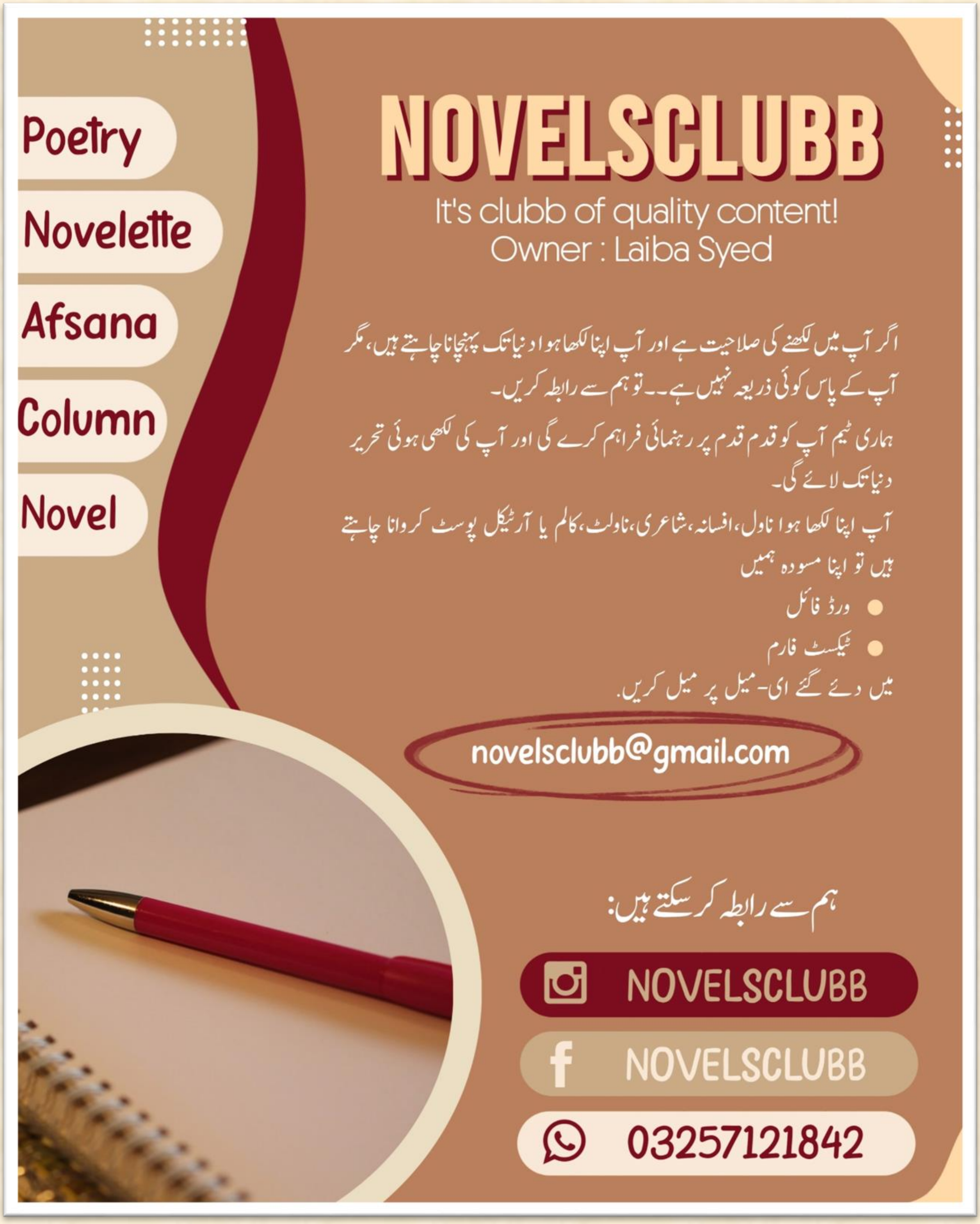
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

کاسہ

از قلم

وارث علی شاہ

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

انتساب

احساس کے نام... مگر عقل کے ساتھ۔

جون کے وسط کی وہ دوپہر شہر کی ان دوپہروں میں سے ایک تھی جب سورج آسمان سے آگ برسانے پر تل جاتا ہے۔ گلی کے سناٹے میں ایک عجیب سا بوجھ تھا، لو کے تھپیڑے چہروں کو جھلسا رہے تھے اور سڑک کا تارکول پگھلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ کوٹھی نمبر 42 کے بھاری، سیاہ لوہے کے گیٹ پر لگی پیتل کی گھنٹی اچانک یوں بجی جیسے اس حبس زدہ خاموشی کا سینہ چیر دیا ہو۔

اندر، ڈرائنگ روم میں جہاں اے سی کی خنکی نے موسم کی شدت کو قید کر رکھا تھا، منصور صاحب صوفے پر دراز اخبار پڑھ رہے تھے۔ گھنٹی کی آواز پر ان کے ماتھے پر گہری شکنیں ابھر آئیں۔ انہوں نے اخبار کو ایک جھٹکے سے میز پر پٹخا اور بڑبڑاتے ہوئے باہر نکلے۔ منصور صاحب اس محلے کے وہ بااثر اور سخت گیر انسان تھے جن کی زندگی گھڑی کی سوئیوں اور سخت اصولوں کے گرد گھومتی تھی۔ ان کے نزدیک اصولوں سے انحراف، چاہے وہ کسی بھی مجبوری کے تحت ہو، ناقابلِ معافی جرم تھا۔

باہر گیٹ کے اس پار ایک بوڑھا شخص کھڑا تھا جو کے ان کا ہم عمر لگ رہا تھا۔اس کے چہرے کی گہری جھریاں اس تپتی دھوپ میں کسی خشک سالی کا شکار زمین کی طرح لگ رہی تھیں۔اس کا لباس میلا اور بوسیدہ تھا،اور ہاتھ میں پکڑا کاسہ اس کی مجبوری کا اعلان کر رہا تھا۔

"صاحب! اللہ کے نام پر... صبح سے کچھ نہیں کھایا..."اس کی لرزتی ہوئی آواز میں نقاہت تھی۔

"اوہ ہو! پھر سے وہی رونا؟"منصور صاحب نے تیکھے لہجے میں اس کی بات کاٹی۔ان کا ہاتھ گیٹ کے ہینڈل پر مضبوط ہوا اور آواز میں ایک عجیب سی تکبر آمیز کرختگی آگئی۔"تم جیسے ہٹے کٹے لوگ بس مانگنا جانتے ہیں۔شرم نہیں آتی؟ سارا دن گلیوں میں ذلیل ہوتے ہو،کوئی کام کیوں نہیں کرتے؟ تمہارے جیسے مفت خوروں نے اس معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ چلو،نکلو یہاں سے! دوبارہ اس گیٹ پر نظر نہ آنا۔"

بوڑھے نے کچھ کہنا چاہا،شاید اپنی کسی بیماری یا کمزوری کا واسطہ دینا چاہا،لیکن منصور صاحب نے "بدتمیز" بڑبڑاتے ہوئے گیٹ اتنی زور سے بند کیا کہ لوہے کے ٹکرانے کی دھمک گلی کے اس پار تک گونجی۔

عالیہ، جو اپنے گھر کے لاؤنج کی بڑی کھڑکی کے دبیز پردوں کے پیچھے کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی، اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ منصور صاحب کی یہ روکھائی اور سنگدلی اسے ہمیشہ چبھتی تھی، لیکن آج اس بوڑھے کی جھکی ہوئی کمر اور آنکھوں میں چھپی بے بسی نے اسے اندر تک بے چین کر دیا۔ اسے لگا جیسے اس کے ارد گرد انسانیت دم توڑ رہی ہے اور اگر اس نے کچھ نہ کیا تو وہ بھی اس بے حسی کا حصہ بن جائے گی۔

وہ تیزی سے کچن کی طرف مڑی۔ اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔ اس نے رات کا بچا ہوا گوشت کا سالن ایک صاف پلیٹ میں نکالا، دو تازی روٹیاں رکھیں اور ڈائننگ ٹیبل پر رکھے اپنے پرس سے کچھ سو سو کے نوٹ نکال کر مٹھی میں دبائے۔ دوپٹہ سر پر اوڑھتی ہوئی وہ لگ بھگ دوڑتی ہوئی باہر کی طرف بھاگی۔ باہر کی دھوپ نے اسے ایک لمحے کے لیے اندھا کیا، مگر اس نے پرواہ نہ کی۔

"بابا جی! ٹھہریے..." اس نے اپنے گیٹ سے باہر نکل کر ہانپتے ہوئے آواز دی۔

Clubb of Quality Content

بوڑھا، جو مایوسی کے بوجھ تلے دبے قدموں سے مڑ چکا تھا، حیرت سے پلٹا۔ عالیہ چند قدموں کے فاصلے پر اس کے قریب پہنچی اور وہ سالن سے بھری پلیٹ اس کے کپکپاتے، کھردرے ہاتھوں میں تھما دی۔

"یہ لیجیے بابا جی، پہلے آپ چھاؤں میں بیٹھ کر کھانا کھا لیں اور یہ کچھ پیسے رکھ لیں۔" عالیہ نے انتہائی دھیمے اور باادب لہجے میں کہا، جیسے وہ اس بوڑھے کی ٹوٹی ہوئی عزتِ نفس کی تلافی کرنا چاہ رہی ہو۔

بوڑھے کی آنکھوں میں منصور صاحب کی دی ہوئی تذلیل کے آنسو اب تشکر کی چمک میں بدل گئے تھے۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے کھانا لیا اور عالیہ کو یوں دیکھنے لگا جیسے اسے اس سنگلاخ اور بے حس گلی میں کوئی فرشتہ نظر آ گیا ہو۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"بیٹی! جیو... اللہ تمہارے رزق میں برکت دے۔" اس کے خشک ہونٹوں سے دعائیں ابل پڑیں۔

عالیہ نے ایک نظر کوٹھی نمبر 42 کے بند گیٹ پر ڈالی، جہاں سے منصور صاحب کی سختی کی گونج اب بھی اس کی سماعتوں میں تھی۔ اسے اپنے اس عمل پر ایک عجیب سا طمانیت کا احساس ہوا۔

اسے سمجھ آگیا تھا کہ اس دنیا میں کچھ لوگ صرف "زخم" بانٹتے ہیں، اور یہ اس جیسے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان زخموں پر "رزق" اور محبت کا مرہم رکھیں۔

"کسی کا دل توڑنا اور اسے دھتکارنا بہت آسان ہے، لیکن ٹوٹی ہوئی امید کو جوڑنا ہی اصل بندگی ہے۔"

اگلے دن کا سورج بھی اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ عالیہ اپنے شوہر، سرمد کے ساتھ بازار کی بھیڑ میں تھی۔ شہر کا یہ مرکزی بازار دوپہر کے وقت بھی لوگوں اور گاڑیوں کے شور سے گونج رہا تھا۔ سرمد نے ایک بڑے میڈیکل اسٹور کے سامنے گاڑی روکی اور انجن بند کرتے ہوئے بولا، "عالیہ، امی کی بلڈ پریشر کی دوائی لینی ہے، تم بس دو منٹ یہیں رکنا، میں ابھی آیا۔"

عالیہ نے اثبات میں سر ہلایا اور اے سی کی ٹھنڈک میں بیٹھی، گاڑی کی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھنے لگی۔ باہر زندگی ایک مشینی انداز میں دوڑ رہی تھی۔ اچانک اس کی نظر فٹ پاتھ کے ایک کونے پر جا ٹھہری اور اس کا دل ایک دم سے بھاری ہو گیا۔

وہاں ایک بچہ بیٹھا تھا۔اس کی عمر بمشکل سات یا آٹھ سال ہوگی۔اس کی رنگت دھوپ اور مٹی سے سانولی پڑ چکی تھی،اور اس نے جو کپڑے پہن رکھے تھے،وہ جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں، جنہیں اس عمر میں کتابوں کے حروف پہچاننے چاہیے تھے، وہ راہگیروں کے چہروں میں ہمدردی تلاش کر رہی تھیں۔

"مہربانی کریں صاحب... اللہ کے نام پر... صبح سے بھوکا ہوں۔"اس کی آواز لرز رہی تھی اور اس کے پھیلے ہوئے ننھے ہاتھ اس دوپہر کی دھوپ میں ایک سوالیہ نشان بنے ہوئے تھے۔

عالیہ نے دیکھا کہ آس پاس سے گزرنے والے لوگ بس نظریں چراتے ہوئے اپنے کاموں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ کسی نے اس کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا، کوئی اس کے پاس نہیں رکا۔ عالیہ کے سینے میں ایک عجیب سی گھٹن پیدا ہوئی۔اسے لگا کہ یہ معاشرہ کتنا ظالم اور اپنے خول میں بند ہو چکا ہے۔

اس کے ہاتھ بے اختیار اپنے پرس کی طرف گئے تاکہ کچھ پیسے نکال کر اسے دے، مگر پھر وہ ٹھٹک گئی۔اس کے ذہن میں ایک جدید دور کا خیال کوندا۔ صرف سو پچاس روپے دے دینا تو وقتی حل ہے۔آج کے دور میں سوشل میڈیا کی طاقت اس کے ہاتھ میں تھی۔اگر وہ اس بچے کی مجبوری اور لوگوں کی اس مجرمانہ بے حسی کی ایک ویڈیو بنا کر اپلوڈ کرے، تو شاید سینکڑوں سوتے ہوئے

ضمیر جاگ اٹھیں۔ شاید کوئی این جی او یا مخیر حضرات اس بچے کو گود لے لیں، اس کی تعلیم کا بندوبست کر دیں۔

اس نے تیزی سے اپنا اسمارٹ فون نکالا، شیشہ تھوڑا سا نیچے کیا اور ایک مختصر مگر انتہائی پراثر ویڈیو ریکارڈ کرنا شروع کی۔ اس نے فوکس اس بچے کے معصوم چہرے اور اس کے پس منظر میں گزرتے ہوئے بے حس لوگوں پر رکھا۔ ویڈیو بناتے ہوئے اس کی اپنی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے فوراً وہ ویڈیو اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر اپلوڈ کی اور ساتھ ایک دل سوز کیپشن لکھا:

"ہمیں صرف اپنا رزق ہی نہیں، بلکہ اپنا احساس بھی بانٹنا چاہیے۔ کیا ہم اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ ہمیں یہ معصوم ہاتھ نظر نہیں آتے؟" جیسے ہی اس نے پوسٹ کا بٹن دبایا، سرمد دوائیاں لے کر واپس آ گیا۔

"چلو عالیہ، کافی دیر ہو گئی ہے، دھوپ بہت تیز ہے،" سرمد نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

عالیہ نے جلدی سے اپنا فون بیگ میں رکھا اور ایک گہری سانس لی۔ اس کے دل میں ایک روشن امید تھی کہ اس کی یہ چھوٹی سی کاوش شاید آج کسی کی تاریک تقدیر بدل دے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگلی صبح جب عالیہ کی آنکھ کھلی تو کمرے میں سرمائی خاموشی تھی لیکن اس کا فون مسلسل وائبریٹ کر رہا تھا۔اس نے نیند سے بوجھل آنکھوں سے اسکرین دیکھی تو وہ حیران رہ گئی۔ نوٹیفیکیشنز کا ایک سیلاب آیا ہوا تھا۔اس کی وہ چھوٹی سی ویڈیو راتوں رات وائرل ہو چکی تھی۔ ویوز لاکھوں سے گزر کر ملینز میں جا چکے تھے۔ کمنٹس کا ایک طومار تھا جہاں ہر طرف عالیہ کی تعریفیں ہو رہی تھیں۔لوگ اسے "انسانیت کا مسیحا"، "دردِ دل رکھنے والی خاتون "اور نجانے کیا کیا لقب دے رہے تھے۔ کئی لوگوں نے پوچھا تھا کہ یہ جگہ کون سی ہے تاکہ وہ جا کر اس بچے کی مدد کر سکیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عالیہ کو اپنی زندگی میں پہلی بار ایک عجیب سی طاقت اور فخر کا احساس ہوا۔اسے لگا جیسے اس نے واقعی کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہے۔وہ مسکراتی ہوئی ان کمنٹس کو پڑھ رہی تھی کہ اچانک بیڈ روم کا دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے کھلا۔

سرمد اندر داخل ہوا،اور اس کے چہرے پر موجود تاثرات دیکھ کر عالیہ کی مسکراہٹ وہیں جم گئی۔ وہاں کوئی خوشی، کوئی فخر نہیں تھا، بلکہ ایک شدید غصہ، جھنجھلاہٹ اور گہری مایوسی تھی۔

"یہ وڈیو والی کیا بیہودگی ہے عالیہ؟!" وہ اس پر اتنی زور سے چیخا کہ عالیہ کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

"کیا... کیا ہوا سرمد؟ آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں صبح صبح؟" عالیہ نے ہکلاتے ہوئے بستر سے ٹیک لگائی۔ "میں نے تو بس اس غریب بچے کی ویڈیو بنائی تھی تاکہ اس کی کچھ مدد ہو سکے، اور دیکھیں... لوگ کتنا اچھا رسپانس دے رہے ہیں۔ سب اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔"

"تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم نے کیا کر دیا ہے؟ یا تم بھی اس کھوکھلی سوشل میڈیا کی دنیا میں اندھی ہو چکی ہو؟" سرمد کی آواز میں کاٹ تھی جو کمرے کے در و دیوار سے ٹکرا رہی تھی۔

"تمہارے اس ایک 'وائرل' ہونے کے شوق نے ان معصوم بچوں کی زندگیاں برباد کر دی ہیں! تم نے کوئی نیکی نہیں کی، تم نے ان کے لیے ایک ایسا اندھا کنواں کھود دیا ہے جو انہیں کبھی محنت کی روشنی نہیں دیکھنے دے گا!"

عالیہ ساکت رہ گئی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ جو دنیا، جو ہزاروں لوگ اسے "ہیرو" کہہ رہے ہیں، اس کا اپنا شوہر اسے اتنا بڑا مجرم کیوں قرار دے رہا ہے۔

Clubb of Quality Content

"تیار ہو جاؤ،" سرمد نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ تمہاری اس ڈیجیٹل ہمدردی نے زمین پر کیا گل کھلائے ہیں۔"

سرمد کی آواز میں ایک ایسا سرد پن تھا کہ عالیہ نے مزید کوئی بحث نہ کی اور خاموشی سے تیار ہو گئی۔ وہ اسے گھر سے نکال کر گاڑی میں بٹھا کر اسی بازار کی طرف لے گیا جہاں کل انہوں نے اس بچے کو دیکھا تھا۔

گاڑی کا سفر خاموشی میں کٹا۔ جیسے ہی سرمد نے گاڑی اس گلی کے موڑ پر موڑی، عالیہ کی آنکھیں حیرت اور صدمے سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

Clubb of Quality Content

کل جہاں صرف ایک بچہ اپنی مجبوری کی تصویر بنا بیٹھا تھا، آج وہاں کا منظر یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ وہاں ہر چند قدم کے فاصلے پر ایک نیا بھکاری براجمان تھا۔ کوئی بوڑھی عورت پھٹے پرانے کپڑوں میں سر جھکائے بیٹھی تھی، کوئی شخص مصنوعی طور پر معذور بن کر بیسا کھیوں کے سہارے کھڑا تھا، اور کئی چھوٹے بچے، جن کے چہروں پر کلٹھی مٹی ملی ہوئی تھی، زمین پر بیٹھے ہاتھ پھیلا رہے تھے۔

تپتی دھوپ میں وہ جگہ اب ایک بازار کا منظر پیش کر رہی تھی، لیکن یہ کوئی عام بازار نہیں تھا، یہ ایک "بھیک بازار" تھا۔ وہاں مخیر حضرات کی بڑی بڑی گاڑیاں رک رہی تھیں، لوگ شیشے نیچے کر کے عالیہ کی ویڈیو کے زیرِ اثر اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے نوٹوں کی بارش کر رہے تھے۔ وہ بچے ان پیسوں پر یوں جھپٹ رہے تھے جیسے کسی مردار پر گدھ۔

سرمد نے گاڑی سائیڈ پر روکی، اسٹرنگ پر ہاتھ مارا اور عالیہ کی طرف مڑ کر سرد اور تلخ لہجے میں بولا:

"دیکھ رہی ہو یہ تماشا؟ یہ تمہاری اس 'وائرل نیکی' کا براہِ راست نتیجہ ہے۔"

عالیہ کے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ "لیکن... لیکن سرمد، میں نے تو صرف اس بچے کی حالت دکھائی تھی تاکہ کوئی اس کی پڑھائی یا..."

"عالیہ، تم نے ہمدردی نہیں بیچی، تم نے ایک ناجائز کاروبار کو مفت کا اشتہار دے دیا ہے،" سرمد نے اسے کاٹتے ہوئے سمجھانا شروع کیا۔ اس کے لہجے میں اب غصے کی جگہ ایک دکھ نے لے لی تھی۔ "تم نے اپنی اس جذباتی ویڈیو میں یہ دکھایا کہ یہاں، اس فٹ پاتھ پر بیٹھنے سے نہ صرف پیسہ ملتا ہے، بلکہ راتوں رات شہرت اور لوگوں کی ہمدردی بھی ملتی ہے۔ تم سمجھ رہی ہو کہ تم نے

غربت ختم کرنے کی کوشش کی ہے؟ نہیں عالیہ! تم نے غربت کو ایک منافع بخش پیشہ بنا دیا ہے۔"

اس نے شیشے سے باہر ان بھکاریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات جاری رکھی:

"جس آدمی کو گلی میں ہاتھ پھیلا کر، صرف دو آنسو بہا کر اتنی رقم مل جائے جو ایک مزدور پورا دن تپتی دھوپ میں اینٹیں اٹھا کر اور ہڈیاں تڑوا کر بھی نہیں کما پاتا، تو وہ بے وقوف نہیں ہے کہ مزدوری کرے۔ وہ اپنے ساتھ اپنی عورتوں کو، اور پھر اپنے معصوم بچوں کو بھی اسی کام پر لگا دے گا۔"

عالیہ خاموشی سے ان بھکاریوں کو دیکھتی رہی جو اب راہگیروں کو گھیر گھیر کر اور ان کے کپڑے پکڑ پکڑ کر پیسے مانگ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر کل والی مجبوری نہیں، بلکہ ایک پیشہ ورانہ ڈھٹائی تھی۔

"تمہاری اس ایک ویڈیو نے ان معصوم بچوں کے ہاتھوں سے قلم اور کتاب چھین کر ہمیشہ کے لیے 'کاسہ' تھما دیا ہے،" سرمد نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "تم نے انہیں رزق نہیں دیا

عالیہ، تم نے انہیں مفت خوری کی ایسی لت لگادی ہے کہ اب یہ زندگی میں کبھی عزت کی روٹی کمانے کے، محنت کرنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ تم نے ان کی غیرت ماردی ہے۔"

عالیہ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔اسے اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہونا شروع ہو گیا تھا۔

"تمہیں ابھی بھی یقین نہیں آرہانا؟ رکو میں تمہیں ثابت کرتا ہوں،" سرمد نے گاڑی کی کھڑکی سے باہر اشارہ کیا۔ سڑک کے کنارے ایک عورت گندے کپڑوں میں ملبوس، اپنے ایک سالہ بچے کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ دھوپ کی شدت سے وہ بچہ نڈھال ہو کر سو رہا تھا، اور عورت آنے جانے والی گاڑیوں کے سامنے جا کر ہاتھ پھیلا رہی تھی اس کا دوسرا بچہ اپنی ماں کے ساتھ کھڑا تھا اور بار بار اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھ رہا تھا شاید اسے اپنے چھوٹے بھائی پر ترس آرہا تھا۔

سرمد نے گاڑی تھوڑی آگے کی اور اس عورت کے بالکل پاس جا کر روکی۔ اس نے شیشہ نیچے کر کے اسے اشارہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

عورت لپک کر گاڑی کے پاس آئی، اس کے چہرے پر ایک پیشہ ورانہ مسکراہٹ اور دکھ کا ملا جلا تاثر تھا۔ "صاحب! اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ کو کروڑ پتی کرے، اس یتیم بچے کے لیے کچھ دے دیں، صبح سے دودھ کا ایک قطرہ نہیں پیا اس نے۔"

سرمد نے اپنا پرس نکالنے کے بجائے نہایت سنجیدگی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا، "بی بی، میں تمہیں پیسے تو ایک روپیہ نہیں دوں گا، لیکن میرے پاس تمہارے لیے ایک پیشکش ہے۔ میں اس بچے کی، اور تمہارے باقی بچوں کی تعلیم کا سارا خرچہ اٹھانے کو تیار ہوں۔ اسے ابھی میرے ساتھ چلو، میں اس کا داخلہ شہر کے اچھے اسکول میں کروا دیتا ہوں۔ اس کی کتابیں، وردی، فیس، اور یہاں تک کہ تمہارے گھر کا راشن بھی میں دوں گا۔ بولو، بھیجو گی اسے اسکول تاکہ کل کو یہ کوئی افسر بنے؟"

عورت کے چہرے پر جو چند لمحے پہلے ہمدردی بٹورنے والی امید تھی، وہ یکدم غائب ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آئی اور اس نے انتہائی سرد، اور قدرے تلخ لہجے میں جواب دیا، "صاحب! اسکول بھیج دیا تو میرا کام کون کرے گا؟ یہ بچہ سارا دن میری گود میں یہاں بیٹھتا ہے تو لوگ اس کی شکل دیکھ کر ترس کھا کر پیسے دیتے ہیں۔ اسکول جائے گا تو میری دیہاڑی ماری جائے گی۔"

سرمد نے پھر پوچھا، "تمہیں پیسے ہی چاہئیں نا؟ میں تمہاری مدد کر دوں گا راشن دے کر، لیکن اسے پڑھنے دو تاکہ یہ کل کو بھکاری نہ بنے۔ تمہاری نسل سنور جائے گی۔"

عورت نے اب جھنجھلا کر، باقاعدہ بدتمیزی سے جواب دیا، "نہیں صاحب! ہمیں اسکول وسکول نہیں جانا۔ آپ نے کچھ دینا ہے تو دیں، ورنہ ہمارا اور اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ آپ کے اسکول اور کتابوں سے ہمیں آج کی روٹی نہیں ملے گی، اس کے ہاتھ پھیلانے سے ملتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ عورت بڑبڑاتی ہوئی واپس اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئی اور اگلی گاڑی کی طرف دیکھنے لگی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عالیہ یہ سب سن اور دیکھ کر گنگ رہ گئی۔ اسے ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا ہو۔ حقیقت کے اس کڑوے گھونٹ نے اس کے اندر کی ساری 'مسیحائی' کو چیر کر رکھ دیا تھا۔ اسے اپنی 'نیکی' اور نام نہاد 'ہمدردی' کا بھیانک چہرہ اب پوری طرح سمجھ آ رہا تھا۔

گاڑی دوبارہ خاموشی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ عالیہ کھڑکی سے باہر تکتی رہی، جہاں اب ہر گزرتا چہرہ اسے ایک سوالیہ نشان لگ رہا تھا۔ اس کا دماغ بھکاری عورت کے الفاظ اور اپنے شوہر کی تلخ باتوں کے درمیان بری طرح الجھا ہوا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد، سرمد نے گاڑی ایک پر سکون، قدرے پرانی سی آبادی کی مارکیٹ کے پاس روکی۔ یہاں وہ چکاچوند اور ہجوم نہیں تھا، بلکہ ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔

"عالیہ، اپنا فون نکالو،" سرمد نے سنجیدگی سے کہا۔

عالیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ "فون؟ مگر کیوں؟" اس کی آواز میں ڈر تھا۔

"ویڈیو بنانی ہے،" سرمد نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "مگر اس بار، میں تمہیں بتاؤں گا کہ کیمرہ کس چیز پر فوکس کرے گا۔"

عالیہ الجھن اور تجسس کے عالم میں باہر نکلی۔ سرمد اسے ایک چھوٹی سی، معمولی سی پرچون کی دکان کی طرف لے گیا۔ دکان کے باہر، ایک بوڑھا شخص، جس کے چہرے پر شرافت اور سفید داڑھی تھی، ایک پرانے بینچ پر بیٹھا تھا۔ اس نے صاف ستھرا لیکن پیوند لگا کرتا پہنا ہوا تھا۔ اس کے سامنے میز پر صرف چند پنسلیں، ربڑ، اور کچھ سستی کاپیاں رکھی تھیں۔ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا رہا تھا، بس خاموشی سے اپنی موتیا اتری آنکھوں سے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے کسی خریدار کا انتظار کر رہا ہو۔

"ان کو دیکھو عالیہ،" سرمد نے دھیمی آواز میں کہا۔ "یہ رحیم چاچا ہیں۔ان کا بیٹا ایک حادثے میں چل بسا، اور اب یہ اس عمر میں اپنی بوڑھی بیوی اور دو پوتوں کا پیٹ پالنے کے لیے یہ دکان چلاتے ہیں۔ان کی کل کمائی اتنی بھی نہیں ہوتی کہ دو وقت کی روٹی پوری ہو سکے، مگر انہوں نے آج تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ یہ ہیں 'سفید پوش'۔"

عالیہ کا دل پسیج گیا۔اس بوڑھے کی خاموش عزتِ نفس نے اسے شرمندہ کر دیا۔

"اب کیمرہ آن کرو،" سرمد نے ہدایت دی۔ "مگر یاد رکھنا، ان کا چہرہ یا ان کی غربت کی کوئی نشانی ویڈیو میں نہیں آنی چاہیے۔ صرف میرے ہاتھ اور ان کی میز پر رکھی چیزیں دکھانا۔"

عالیہ نے کانپتے ہاتھوں سے ویڈیو آن کی۔ سرمد رحیم چاچا کے پاس گیا اور نہایت ادب سے سلام کیا۔

"چاچا! مجھے اپنی اکیڈمی کے بچوں کے لیے کچھ سامان چاہیے تھا،" سرمد نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا، تاکہ چاچا کی غیرت کو ٹھیس نہ پہنچے۔ "یہ جتنی پنسلیں، کاپیاں اور ربڑ آپ کے پاس ہیں، یہ سب میں خریدنا چاہتا ہوں۔"

بوڑھے رحیم چاچا کے چہرے پر پہلے حیرت آئی، پھر ایک دم سے سکون کا تاثر۔

"بیٹا! یہ سب؟ مگر یہ تو بہت زیادہ..." ان کی آواز کانپ رہی تھی۔

"جی چاچا، مجھے واقعی ان کی ضرورت ہے۔ آپ بس ان سب کی قیمت بتادیں۔" سرمد نے جیب سے پرس نکالا۔

رحیم چاچا نے آہستہ آہستہ سامان گننا شروع کیا۔ جب انہوں نے قیمت بتائی، تو سرمد نے اس سے کہیں زیادہ رقم ان کے ہاتھ میں رکھ دی۔

"بیٹا! یہ تو بہت زیادہ ہے..." چاچا نے پیسے واپس کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں چاچا، یہ باقی رقم آپ ان بچوں کے لیے رکھ لیں، ان کی تعلیم کے کام آئے گی۔ میں پھر چکر لگاؤں گا۔"

لیکن رحیم چچا نے پھر سے پیسے لینے سے انکار کر دیا "بیٹا بات کو سمجھنے کی کوشش کرو رزق کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ مجھے میرے حق حلال کے پیسوں سے حلال رزق دیگا" رحیم چچا نے پرسکون ہو کر کہا۔

"آپ میں پیسے ایڈوانس سمجھ کر رکھ لیں میری اکیڈمی میں بہت سارے بچے پڑھتے ھیں آپ ان پیسوں سے سامان لائیں میں کل آپ سے اپنا سامان لے لونگا"

Clubb of Quality Content

سرمد نے ان کا ہاتھ تھام کر دبا دیا، اور ایک پر وقار مسکراہٹ کے ساتھ سامان اٹھا لیا۔

عالیہ نے کیمرہ بند کر دیا۔ اس ویڈیو میں کوئی آنسو نہیں تھے، کوئی پھٹے پرانے کپڑے نہیں تھے، کوئی مانگتے ہوئے ہاتھ نہیں تھے۔ صرف ایک عزت دار لین دین تھا، جہاں ایک انسان نے دوسرے انسان کی ضرورت پوری کی تھی، بنا اسے شرمندہ کیے۔

گاڑی میں واپس آکر، سرمد نے عالیہ سے فون لیا اور وہ ویڈیو ڈیلیٹ کر دی۔

"تم نے وہ ویڈیو کیوں ڈیلیٹ کر دی؟" عالیہ نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ تو بہت اچھی نیکی تھی..."

"کیونکہ نیکی جب تک دل میں رہے، نیکی ہے،" سرمد نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے سمجھایا۔ "جب وہ سوشل میڈیا پر آجائے، تو وہ اکثر نمائش بن جاتی ہے۔ رحیم چاچا کی عزتِ نفس ان پیسوں سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ ان کی مدد اس لیے نہیں کی کہ دنیا دیکھے، بلکہ اس لیے کی کہ اللہ دیکھے اور ان کی ضرورت پوری ہو۔ عالیہ، اصلی ہمدردی خاموش ہوتی ہے، وہ شور نہیں مچاتی۔ وہ کسی کو محتاج نہیں بناتی، بلکہ اسے اپنے پیروں پر کھڑا رہنے میں مدد کرتی ہے، اب تم گھر چل کر ایک اور ویڈیو بناؤ اور لوگوں کو بتاؤں ہمیں کس کی مدد کرنی چاہیے اور کیسے کرنی چاہیے"

عالیہ نے ایک گہری سانس لی۔ رحیم چاچا کی خاموش آنکھیں اور سرمد کا وہ پروقار انداز اس کے ذہن میں نقش ہو گیا تھا۔ اس نے آج نیکی کا ایک ایسا روپ دیکھا تھا، جس میں کوئی تذلیل نہیں تھی، صرف عزت اور خلوص تھا۔ اس نے اپنا فون بیگ میں رکھ دیا، اب اسے لائکس اور شیئرز کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

سرمد نے بنا کچھ کہے گاڑی واپس گھر کی طرف موڑ لی۔

جب ان کی گاڑی ان کی گلی میں داخل ہوئی، تو عالیہ کی نظر کوٹھی نمبر 42 کے اسی بھاری سیاہ گیٹ پر پڑی۔ وہاں کا منظر کل والا ہی تھا، مگر اس بار چہرے اور تعداد بدل چکی تھی۔ منصور صاحب آج پہلے سے بھی زیادہ جھنجھلائے ہوئے تھے، ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور وہ گیٹ پر موجود ایک دو نہیں، بلکہ تین بھکاریوں پر چیخ رہے تھے۔

"تم لوگوں نے کیا تماشا بنا رکھا ہے میرے گھر کے باہر؟ ایک کو بھگاؤ تو دو آ جاتے ہیں! نکلو یہاں سے، ورنہ اب میں پولیس بلا لوں گا اور سب کو حوالات میں بند کرواؤں گا!" منصور صاحب کی آواز میں شدید جھنجھلاہٹ تھی۔

مگر عالیہ نے ایک انتہائی عجیب اور خوفناک بات محسوس کی۔ ان بھکاریوں کے چہروں پر منصور صاحب کی اس تذلیل، ڈانٹ، اور پولیس کی دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ان کی باتوں کو یوں ان سنا کر رہے تھے جیسے کوئی پسِ منظر کا شور ہو۔ وہ بار بار مڑ کر عالیہ کے گھر کے بند دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ان کی نظروں میں اب وہ کل والی بے بسی، شرمندگی یا جھجک نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سا اطمینان، ڈھٹائی اور "حق" والا انتظار تھا۔ وہ دونوں، تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر یوں مسکرا رہے تھے جیسے انہیں پورا یقین ہو کہ منصور صاحب جتنا مرضی چیخ لیں، ابھی سامنے والے گھر سے وہی "سخی بی بی" باہر آئے گی، ان کے لیے بہترین کھانا لائے گی، ان کے سر پر ہاتھ رکھے گی اور جاتے ہوئے ان کی جیبیں نوٹوں سے بھر دے گی۔ انہیں بخوبی معلوم ہو چکا تھا کہ کوٹھی نمبر 42 والے کے پاس صرف "زخم" اور "اصول" ہیں، مگر اس سامنے والے گھر کی بی بی کے پاس "رزق" ہے، جو بغیر کسی محنت، بغیر کسی سوال کے مل جاتا ہے۔

ختم شد

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842